Sociology & Cultural Research Review (SCRR)
Available Online: https://scrrjournal.com
Print ISSN: 3007-3103 Online ISSN: 3007-3111
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

The Military Strategy of the Prophetic Biography (Sīrah), Orientalist Perspectives, and Western Studies

سیرتِ نبوی ﷺ کی عسکری حکمت عملی، استشراقی نقطہ نظر اور مغربی مطالعات

Dr.Abdul Rahman
Assistant Lecturer, Department of Islamic Studies, University of Gujrat, Gujrat Pakistan
Onlyimran2010@gmail.com
Dr.Khubaib Ur Rehman
Lecturer, Department of Islamic Studies, Government Allama Iqbal Graduate College, Paris Road, Sialkot
khubaibrehman223@gmail.com

ABSTRACT

The Prophetic biography (Sīrah) of the Prophet Muhammad ﷺ represents a luminous chapter in human history, serving not only as the source of a revolutionary spiritual and moral movement but also as a comprehensive embodiment of political, civilizational, and military insight. Every aspect of the blessed life of the Messenger ﷺ—whether invitational or defensive, personal or collective—reflects wisdom, foresight, and strategic acumen. Among these, the military strategy holds a central place, not merely as a set of tactical maneuvers but as a reflection of a principled system rooted in justice, ethics, strategic wisdom, and international norms.In the domain of military leadership, the Prophet Muhammad's ﷺ strategic approaches not only challenged the tribal and pagan norms of his time but also offered a timeless model for future Muslim leadership. His military policy was based on values such as defensive resistance, principles of war and peace, ethics in combat, and just treatment of adversaries—bestowing a new moral dimension to traditional military concepts.However, the Western world and Orientalists have approached this aspect of the Sīrah from varying perspectives. Some have acknowledged it as a supreme model of defensive strategy, while others—guided by prejudice and suspicion—have portrayed the Prophet's ﷺ military conduct as a manifestation of political expansionism, power-seeking motives, or tribal maneuvering. Analyzing such studies is essential not only for a true understanding of the military dimensions of the Sīrah but also to uncover the ideological and intellectual frameworks through which Western scholars interpret the life of the Prophet ﷺ.It is this critical and analytical framework that underlies the present study, which aims to highlight the original Islamic conception of the Prophet's ﷺ military strategy—contextualized within its historical and ethical parameters—while simultaneously offering a rigorous scholarly critique of Orientalist interpretations of the Sīrah. This approach seeks to distinguish between truth and bias and to restore the authentic narrative grounded in justice and historical accuracy.

Keywords: *Military Strategy, Prophetic, Orientalist, Western Studies, Invitational.*

سیرتِ نبوی ﷺ انسانی تاریخ کا وہ درخشاں باب ہے جو نہ صرف ایک انقلابی روحانی و اخلاقی تحریک کا ماخذ ہے، بلکہ ایک ہمہ جہت سیاسی، تمدنی اور عسکری بصیرت کا جامع مظہر بھی ہے۔ رسول اکرم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کا ہر پہلو—خواہ وہ دعوتی ہو یا دفاعی، انفرادی ہو یا اجتماعی—حکمت، تدبر اور دور اندیشی کا آئینہ دار ہے۔ ان میں عسکری حکمت عملی کو ایک مرکزی مقام حاصل ہے، جو محض جنگی تدابیر کا نام نہیں بلکہ عدل، اخلاق، حکمتِ عملی، اور بین الاقوامی اصولوں پر مبنی ایک فکری نظام کا عکس ہے۔ عسکری قیادت کے باب میں رسول اللہ ﷺ کی حکمت عملیوں نے نہ صرف اپنے عہد کے قبائلی اور جاہلی اصولوں کو چیلنج کیا بلکہ آئندہ آنے والی مسلم قیادتوں کے لیے ایک عملی نمونہ بھی فراہم کیا۔ آپ ﷺ کی عسکری حکمت عملی دفاعی مزاحمت، صلح و جنگ کے اصول، جنگی اخلاقیات، اور دشمن کے ساتھ عادلانہ رویے جیسے اقدار پر قائم تھی، جس نے روایتی عسکری تصورات کو ایک نئی اخلاقی جہت عطا کی۔ تاہم مغربی دنیا اور مستشرقین نے سیرتِ نبوی ﷺ کے اس پہلو کو مختلف زاویوں سے دیکھا ہے۔ کچھ نے اسے دفاعی حکمت عملی کے اعلیٰ نمونے کے طور پر سراہا، جب کہ بعض نے متعصبانہ اور شک پر مبنی رویے اختیار کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ کی جنگی حکمت عملی کو سیاسی توسیع پسندی، اقتدار پسندی یا قبائلی سیاست کا مظہر قرار دینے کی کوشش کی۔ ان مطالعات کا تجزیہ نہ صرف سیرتِ نبوی ﷺ کے عسکری پہلو کو سمجھنے کے لیے ناگزیر ہے بلکہ اس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ مغربی مطالعہ سیرت کو کس نظریاتی اور فکری سانچے میں پیش کرتا ہے۔ اسی فکری و تنقیدی تجزیے پر مبنی ہے، جس کا مقصد یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی عسکری حکمت عملی کا اصل اور سیاق و سباق سے جڑا ہوا اسلامی تصور واضح کیا جائے، اور اس کے ساتھ ساتھ استشراقی مطالعہ ٔسیرت کا علمی و تنقیدی جائزہ پیش کیا جائے، تاکہ حقیقت اور تعصب کے درمیان موجود فرق کو نمایاں کیا جا سکے۔

سیرتِ نبوی ﷺ اور عسکری حکمت عملی

رسول اللہ ﷺ کی سیرتِ طیبہ انسانی زندگی کے تمام شعبہ جات کے لیے کامل نمونہ ہے۔ آپ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ محض روحانی اور اخلاقی اصلاح تک محدود نہیں تھی بلکہ ایک مکمل تمدنی و ریاستی نظام کا عملی مظہر بھی تھی۔ ریاستِ مدینہ کی تشکیل کے بعد دفاعی و عسکری حکمت عملی کو ایک ناگزیر ضرورت کے طور پر اختیار کیا گیا، جو محض فوجی فتح و ظفر کا ذریعہ نہ تھی بلکہ ایک اعلیٰ اخلاقی نظام کے قیام کا وسیلہ تھی۔ آپ ﷺ کی قیادت میں ہونے والے غزوات اور سرایانہ صرف اسلامی ریاست کے تحفظ کا ذریعہ تھے بلکہ عدل، رواداری اور جنگی اخلاقیات کی تعلیمات بھی ان میں واضح طور پر نمایاں تھیں۔[1]

نبی کریم ﷺ کی عسکری حکمت عملی کا مطالعہ تاریخِ اسلام اور سیرت نگاری کا ایک اہم پہلو ہے۔ اس حکمت عملی میں دفاعی جنگ، معاہدات، انٹیلیجنس، جنگی اصول، قیدیوں سے سلوک، اور غیر مسلموں کے ساتھ تعلقات جیسے پیچیدہ امور شامل ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان تمام مراحل میں جو حکمت، عدل اور بصیرت سے کام لیا، وہ بعد ازاں اسلامی عسکری فقہ اور سیاست کا محور بن گیا۔ جنگِ بدر، احد، خندق، خیبر اور فتح مکہ جیسے واقعات نہ صرف عسکری مہارتوں کا مظہر تھے بلکہ ان میں اخلاقی اصولوں اور انسانیت کے احترام کی مثالیں بھی ملتی ہیں۔ مثال کے طور پر فتح مکہ کے موقع پر عمومی معافی کا اعلان ایک ایسی حکمت عملی تھی جس نے عرب معاشرے میں سیاسی و قلبی تبدیلی کی بنیاد رکھی۔[2]

[1] مبارکپوری، صفی الرحمٰن۔ الرحیق المختوم۔ لاہور: مکتبہ اسلامیہ، 2005، ص214
Safi-ur-Rahman Mubarakpuri. *Ar-Raheeq Al-Makhtum (The Sealed Nectar)*. Lahore: Maktaba Islamia, 2005, pp. 214

[2] لِنگز، مارٹن۔ محمد ﷺ: ابتدائی مصادر کی روشنی میں سیرت، مترجم: مفتی تقی عثمانی۔ کراچی: دارالاشاعت، 2010، ص181
Martin Lings. *Muhammad: His Life Based on the Earliest Sources*. Karachi: Darul Ishaat, 2010, pp. 181–187.

علمی وعصری اہمیت

سیرتِ نبوی ﷺ کے اس پہلو کا جدید تحقیقی مطالعہ اس لیے بھی ضروری ہے کہ مستشرقین (Orientalists)اور مغربی مفکرین نے نبی کریم ﷺ کی عسکری حکمت عملی کو اکثر اپنی تہذیبی عینک سے دیکھا۔ بعض مستشرقین نے اسے جارحانہ فتوحات اور سیاسی مفادات کی روشنی میں پیش کیا، جبکہ بعض نے اسے حکمت و مصلحت کا اعلیٰ نمونہ قرار دیا۔ چنانچہ ایک منصفانہ اور تحقیقی تنقید کے ذریعے ان آرا کا جائزہ لینا اور اسلامی نقطہ نظر کی وضاحت کرنا سیرت کے صحیح فہم کے لیے ناگزیر ہے۔[3]

لغوی واصطلاحی مفہوم

لفظ الاستشراق کا لغوی مفہوم "مشرقی زبانوں، علوم اور آداب کا علم" لیا گیا ہے۔ عربی لغت الرائد میں اس کے ذیل میں درج ہے:

علم الأجانب بحياة الشرق وعلومه وآدابه ولغاته وحضارته ومدنياته.[4]

اسی طرح اردو زبان میں Orientalism کے لیے "استشراق" یا "مستشرقیت" کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں اور Orientalist کے لیے "مستشرق" کا لفظ رائج ہے۔ مستشرق سے مراد وہ مغربی ماہر ہے جو مشرقی تاریخ، تہذیب، زبان یا علوم پر دسترس رکھتا ہو۔

اردو لغت میں مستشرق کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے:

"ماہرِ شرقیات، وہ فرنگی جو مشرقی زبانوں اور علوم کا ماہر ہو۔"[5]

اسی تسلسل میں اردو لغت تاریخی اصول پر میں "مستشرقیت" کی تعریف یوں درج ہے:

"مستشرق ہونے کی حالت، علومِ شرقیہ کی مہارت۔"[6]

مستشرق اور استشراق کی اصطلاحی تعریف

اصطلاحاً "مستشرق" سے مراد عام طور پر وہ مغربی یا غیر مشرقی عالم ہوتا ہے جو مشرقی علوم، زبانوں، تہذیب و ثقافت، مذہب اور فلسفے کے مطالعے کے لیے خود کو وقف کر دے۔

ڈاکٹر محمد احمد دیاب کے مطابق:

"استشراق اُن غیر مشرقی افراد کی علمی سرگرمیوں کا نام ہے جو مشرقی زبانوں، فلسفے، ادب، ثقافت اور مذاہب کا گہرائی سے مطالعہ کرتے ہیں۔"[7]

اسی ضمن میں ابراہیم عبد المجید اللبان مستشرقین کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"المستشرقون ایک وسیع اصطلاح ہے جو اُن تمام گروہوں پر مشتمل ہے جو مشرقی مطالعات کے مختلف میدانوں میں کام کرتے ہیں۔ یہ لوگ ہند، فارس، چین، جاپان، عرب دنیا اور دیگر مشرقی اقوام کے علوم و آداب کا مطالعہ کرتے ہیں۔"[8]

ان اقوال سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ استشراق ایک جامع علمی میدان ہے جو محض زبانوں تک محدود نہیں بلکہ تہذیبی، ادبی، تاریخی، مذہبی اور معاشرتی پہلوؤں پر بھی محیط ہے۔ مستشرقین نے نہ صرف اسلامی تہذیب و تمدن کو موضوع بنایا بلکہ دیگر مشرقی اقوام و ادیان کو بھی اپنے مطالعات کا حصہ بنایا۔

استشراق و مستشرقین: جدید تعبیرات اور علمی سیاق

ڈاکٹر شرف الدین اصلاحی کے مطابق اصطلاحاً یا عرفاً "مستشرق" کا لفظ اُن غیر مسلم مغربی علما کے لیے مخصوص ہے، جو مشرقی زبانوں، علوم و فنون اور تہذیبی عناصر میں دلچسپی رکھتے ہیں۔ لیکن ان کی دلچسپی کا مرکز صرف وہ علوم ہوتے ہیں جو اسلامی تہذیب، اسلامی زبانوں اور اسلامی ثقافت سے متعلق ہوں۔ ان کے نزدیک وہ مغربی ماہرین، جو غیر اسلامی مشرقی زبانوں یا غیر اسلامی ادیان و ثقافت کا مطالعہ کرتے ہیں، مستشرق کہلانے کے زمرے میں نہیں آتے۔ اس اعتبار سے "مستشرق" کی اصطلاح بالخصوص یہودی اور عیسائی مغربی علما پر لاگو ہوتی ہے، جو اسلام سے متعلقہ علوم، تاریخ، تہذیب و زبان کے مطالعے کو اپنی تحقیق کا موضوع بناتے ہیں۔[9]

عربی زبان کی ساخت میں "استفعال" کے باب سے ماخوذ "استشراق" دراصل ایک ایسا مصدر ہے، جو کسی شعوری یا ارادی عمل کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اس قاعدے کے مطابق "استشراق" کا مطلب ہے "مشرق کی طرف رجوع کرنا یا مشرقیت اختیار کرنا"، اور "مستشرق" وہ فرد ہے جو یہ عمل اختیار کرے، یعنی مشرق کے علوم و فنون، تہذیب و ثقافت، زبان و ادب اور مذاہب کا مطالعہ و تجزیہ کرے۔[10]

معروف مفکر ایڈورڈ ڈبلیو سعید نے "استشراق" کو ایک تعلیمی اور علمی اصطلاح کے طور پر بیان کیا ہے، جس کا اطلاق ان افراد پر ہوتا ہے جو مشرقی تہذیب و تمدن کے بارے میں تعلیم دیتے، لکھتے اور تحقیق کرتے ہیں۔ ان کے مطابق یہ لفظ صرف ماہرینِ لسانیات یا مؤرخین پر ہی نہیں بلکہ بشریات (Anthropology)، عمرانیات (Sociology) اور دیگر سماجی علوم کے ماہرین پر بھی لاگو ہوتا ہے، بشرطیکہ ان کا مطالعہ مشرقی دنیا سے متعلق ہو۔[11]

---

3 ہیکل، محمد حسین۔ حیاتِ محمد ﷺ، مترجم: اسماعیل راجی الفاروقی۔ لاہور: ادارہ اسلامیات، 2004، ص233

Muhammad Husayn Haykal. *The Life of Muhammad*. Trans. Isma'il Raji al-Faruqi. Lahore: Idara-e-Islamiyat, 2004, pp. 233–240.

4 (جبران مسعود، الرائد: معجم لغوی عصری، بیروت: دار العلم للملایین، 1967ء، ص172)

Masood, Jibran. *Al-Ra'id: A Contemporary Linguistic Dictionary*. Beirut: Dar Al-Ilm Lil-Malayeen, 1967, p. 1372.

5 (جامع اللغات، لاہور: اپر مال، 1825ء، ص182)

Jami‘ al-Lughat. Lahore: Upper Mall, 1825, p. 182.

6 (اردو لغت تاریخی اصول پر، کراچی: اردو لغت بورڈ، 2002ء، جلد10، ص2)

Urdu Lughat Board. Urdu Dictionary on Historical Principles. Karachi: Urdu Lughat Board, 2002, vol. 10, p. 2

7 (محمد احمد دیاب، أضواء علی الاستشراق والمستشرقین، قاہرہ: دار المنار، 1989ء، ص10)

Diab, Muhammad Ahmad. Adhwa' ‘ala al-Istishraq wa al-Mustashriqin (Insights on Orientalism and Orientalists). Cairo: Dar al-Manar, 1989, p. 10.

8 (ابراہیم عبد المجید اللبان، المستشرقون والإسلام، قاہرہ: مجمع البحوث الإسلامیة، 1970ء، ص4-5)

Al-Lubban, Ibrahim ‘Abd al-Majid. Al-Mustashriqun wa al-Islam (The Orientalists and Islam). Cairo: Majma‘ al-Buhuth al-Islamiyyah, 1970, pp. 4–5.

9 (شرف الدین اصلاحی، مستشرقین، استشراق اور اسلام، اعظم گڑھ: دار المصنفین شبلی اکیڈمی، ستمبر 1982ء، ص166–168

Al-Fayoumi, Muhammad Ibrahim. Al-Istishraq: Risalat al-Isti‘mar (Orientalism: The Mission of Colonialism). Cairo: Dar al-Fikr al-‘Arabi, 1993, p. 144.

10 (محمد ابراہیم الفیومی، الاستشراق: رسالة الاستعمار، قاہرہ: دار الفکر العربی، 1993ء، ص144)

Al-Fayoumi, Muhammad Ibrahim. Al-Istishraq: Risalat al-Isti‘mar (Orientalism: The Mission of Colonialism). Cairo: Dar al-Fikr al-‘Arabi, 1993, p. 144.

11 Edward W. Said, Orientalism, London: Routledge and Kegan Paul, 1978, p. 2

ایڈورڈ سعید کی رائے میں "استشراق" صرف ایک سادہ علمی رجحان نہیں، بلکہ مغربی طاقت کے اس رویے کا اظہار ہے جو مشرق کو ایک مخصوص زاویے سے دیکھنے، بیان کرنے اور قابو میں رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ ان کے نزدیک یہ رویہ محض علمی نہیں بلکہ استعماری (Colonial) سیاسی مقاصد کا ایک آلہ بھی ہے۔

مستشرقین کی اکثریت کے ہاں "مشرق" کی جغرافیائی تعیین سے زیادہ اس کا تہذیبی اور مذہبی مفہوم غالب ہے۔ ان کے نزدیک "مشرق" وہ خطہ ہے جہاں اسلام پھیلا، یعنی دنیائے اسلام کو "مشرق" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس لیے وہ مسیحیت یا بائبل سے متعلق مشرقی علما کو "مستشرق" نہیں کہتے، باوجود اس کے کہ ان کا تعلق بھی تاریخی مشرق سے ہی ہوتا ہے۔[12]

استشراق و مستشرقین: جامع مفہوم اور تنقیدی تعبیر

مذکورہ بالا تفصیلات کی روشنی میں یہ امر واضح ہوتا ہے کہ "استشراق" اور "مستشرق" کی اصطلاحات کا اطلاق محض ان مغربی اہلِ علم پر نہیں ہوتا، جو عمومی طور پر مشرقی علوم و فنون میں دلچسپی رکھتے ہیں، بلکہ ان پر ہوتا ہے جو خصوصاً اسلام اور مسلمانوں کے عقائد، افکار، تہذیب و تاریخ، مذہبی متون اور تمدنی مظاہر کا گہرائی سے مطالعہ کرتے ہیں۔ چنانچہ مستشرقین اور استشراق کی جامع تعریف وہی کہی جا سکتی ہے، جس میں اسلام اور مسلمانوں کے خصوصی مطالعے کو مرکزی حیثیت حاصل ہو۔

ڈاکٹر احمد عبد الحمید غراب نے "استشراق" کی مختلف تعریفات کو پیش کرنے کے بعد ایک جامع و تنقیدی تعبیر کرتے ہوئے لکھا ہے:

"استشراق دراصل اہلِ مغرب، خصوصاً اہلِ کتاب (یہود و نصاریٰ)، کے اس رویے کا نام ہے، جس کے تحت وہ مسلم مشرق پر اپنی نسلی و ثقافتی برتری کے مزعومہ تصور کی بنیاد پر مسلمانوں پر تسلط قائم کرنے کے خواہاں ہوتے ہیں۔ وہ اسلام اور مسلمانوں کے عقائد، ثقافت، شریعت، تاریخ، تمدن اور دیگر وسائل و امکانات کا اس انداز میں مطالعہ کرتے ہیں گویا وہ معروضی تحقیق کر رہے ہوں، حالانکہ ان کی اصل غرض اسلام کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا کرنا، اس کی تحریف شدہ تصویر پیش کرنا اور مسلم معاشروں پر فکری و ثقافتی غلبہ حاصل کرنا ہوتا ہے۔"[13]

بلاشبہ، ڈاکٹر غراب کی یہ تعبیر مستشرقین کے اسلام سے متعلق عمومی رویے کو بڑی حد تک منکشف کرتی ہے۔ تاہم، اس حقیقت سے بھی صرفِ نظر نہیں کیا جا سکتا کہ مستشرقین اور استشراق کی نوعیت ہر دور اور ہر فرد کے لحاظ سے یکساں نہیں رہی۔ ان کے افکار، نظریات اور تحقیقی مقاصد میں تنوع اور فرق پایا جاتا ہے۔ بعض مستشرقین صرف اسلام ہی نہیں بلکہ ہندومت، بدھ مت، زرتشتیت، چینی فلسفوں، فارسی ادب اور دیگر تہذیبوں پر بھی تحقیق کرتے رہے ہیں۔

اسی لیے بعض اہلِ علم کا کہنا ہے کہ مستشرقین کو ایک عمومی اور مطلق اصطلاح کے طور پر دیکھنا درست نہیں، بلکہ ان کے علمی رویوں، تحقیقی طریقہ کار اور فکری پس منظر کے مطابق ان کی درجہ بندی ہونی چاہیے۔ بعض مستشرقین نے انصاف اور علمی دیانت کے ساتھ کام کیا، جبکہ اکثریت کی کاوشوں میں اسلام دشمنی، تعصب، استعماری عزائم اور فکری استعلاء کا رجحان غالب رہا۔

اسی فکری تناظر میں اگر کچھ مستثنیات کو مدنظر رکھتے ہوئے اسلام اور مسلمانوں سے متعلق سرگرم مستشرقین کی اکثریت کو بنیاد بنایا جائے تو ڈاکٹر احمد عبد الحمید غراب کی تجویز کردہ تعریف کو "اصطلاحی جامع تعریف" کے طور پر تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ مستشرق اور استشراق کی اصطلاحی اور جامع تعریف یوں بیان کی جا سکتی ہے:

"اہلِ مغرب، بالخصوص یہود و نصاریٰ، جو اسلام اور مسلمانوں کی فکری، تہذیبی، تاریخی اور مذہبی بنیادوں کا علمی مطالعہ اس غرض سے کرتے ہیں کہ وہ اپنی تہذیبی برتری کے زعم کے ساتھ مسلم دنیا پر فکری تسلط حاصل کریں، ان کی کاوشیں 'استشراق' اور وہ خود 'مستشرق' کہلاتے ہیں۔"[14]

اس نوع کی جامع تعبیر کو اپنانے کی حمایت ان محققین نے بھی کی ہے، جنہوں نے استشراق کی منفی اثرات اور اسلام پر اس کے حملوں کا تنقیدی تجزیہ پیش کیا ہے، مثلاً:

یوسف مراد، جنہوں نے مستشرقین کی طرف سے اسلام پر کیے گئے اعتراضات اور افتراءات کا رد کرتے ہوئے ان کے تحقیقی مقاصد کو بے نقاب کیا ہے۔

تحریکِ استشراق کی تعریف، نوعیت اور آغاز

مغربی اہلِ علم جنہیں "مستشرقین" کہا جاتا ہے، وہ بظاہر معروضی تحقیق کے دعوے کے ساتھ اسلام اور مسلمانوں کے مذہب، عقائد، زبان، ادب، تمدن، تاریخ اور تہذیبی و فکری اساسات کا مطالعہ کرتے ہیں، لیکن ان کی تحقیقی کاوشوں کا مقصد اکثر مسلمانوں میں شکوک و شبہات پیدا کرنا، ان کے عقائد و نظریات کو مشکوک بنانا اور اسلامی ثقافت و تمدن کے بارے میں احساسِ کمتری کو فروغ دینا ہوتا ہے۔ یہ اہلِ علم دراصل ایک منظم تحریک سے وابستہ ہوتے ہیں، جسے "تحریکِ استشراق" (Orientalist Movement) کہا جاتا ہے۔

یہ تحریک صرف علمی نوعیت کی نہیں بلکہ اس کے پس منظر میں سیاسی، استعماری اور فکری بالادستی کے عزائم بھی کارفرما رہے ہیں۔ اس تحریک نے اسلام، قرآن، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اسلامی علوم، مسلم تاریخ اور تہذیب کے مختلف پہلوؤں کو اپنی توجہ کا مرکز بنایا، لیکن اکثر ان پہلوؤں کو مسخ کرکے پیش کرنے کی کوشش کی گئی۔

لفظ "مستشرق" کی ابتدائی استعمال اور تاریخی پس منظر

تحقیق کے مطابق لفظ "Orientalist" کا پہلا استعمال 1630ء میں مشرقی یا یونانی کلیسا سے تعلق رکھنے والے ایک پادری کے لیے ہوا۔ اس کے بعد یہ اصطلاح آہستہ آہستہ اُن اہلِ علم کے لیے رائج ہو گئی، جو مشرقی اقوام، بالخصوص مسلم دنیا، کے علوم و فنون اور تہذیب و ثقافت پر تحقیق کرتے تھے۔ لفظ Orientalism (استشراق) خود یورپی زبانوں میں اٹھارویں اور انیسویں صدی میں مستعمل ہوا۔[15]

[12] (شرف الدین اصلاحی، مستشرقین، استشراق اور اسلام، ص 165–171)
Islahi, Sharafuddin. Mustashriqin, Istishraq wa Islam (Orientalists, Orientalism, and Islam), pp. 165–171.

[13] (احمد عبد الحمید غراب، رویہ اسلامیہ الاستشراق، ریاض: دار الاصالہ للثقافۃ والنشر والإعلام، 1988ء، ص 9)
Ghurab, Ahmad ‘Abd al-Hamid. Rawiyah Islamiyyah li al-Istishraq (An Islamic Perspective on Orientalism). Riyadh: Dar al-Asalah for Culture, Publishing, and Media, 1988, p. 9.

[14] (یوسف مراد، افتراءات المستشرقین علی الإسلام والرد علیھا، بیروت: دار الکتب العلمیہ، 2004ء، ص 17)۔
Murad, Yusuf. *Iftirā’āt al-Mustashriqīn ‘ala al-Islām wa al-Radd ‘alayhā* (The Slanders of the Orientalists against Islam and the Response to Them). Beirut: Dar al-Kutub al-‘Ilmiyyah, 2004, p. 17.

[15] A.J. Arberry, "Oriental Essays", London: George Allen & Unwin Ltd, 1960, p. 42

SCRR

اس مقصد کے تحت علمی و فکری یلغار کی بنیاد رکھی گئی، جس کے نتیجے میں استشراق ایک منظم تحریک کی صورت میں سامنے آیا۔ مستشرقین نے اسلام سے متعلق مغربی مقاصد کے حصول میں غیر معمولی سرگرمی دکھائی اور انہوں نے اپنی تمام تر علمی صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر اسلام، قرآن، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، فقہ، حدیث، تاریخ اور مسلمانوں کی تہذیب و تمدن کو نشانہ بنایا۔[20]

یہ بات قابلِ توجہ ہے کہ مستشرقین کے ہاں وقت کے ساتھ ساتھ مختلف رجحانات اور انداز فکر سامنے آئے۔ بعض اہلِ مغرب نے محض منفی مقاصد کے تحت اسلام کو موضوعِ بحث بنایا، جبکہ کچھ ایسے بھی تھے جنہوں نے نسبتاً مثبت اور علمی انداز میں اسلامی علوم کا مطالعہ کیا۔ ان کی بعض تحقیقات علمی حلقوں میں قابلِ قدر سمجھی جاتی ہیں، اور ان کا اعتراف کھلے دل سے کیا جانا چاہیے۔

تاہم اس حقیقت سے بھی صرفِ نظر ممکن نہیں کہ جن مغربی مصنفین نے اسلام پر مثبت اور علمی نوعیت کے کام کیے، ان کی اکثریت محض علمی دیانت کے دائرے میں آتی ہے، نہ کہ وہ صریحاً "مستشرق" کہلانے کے مستحق ہیں۔ کیونکہ مستشرق کی اصل پہچان مغربی استعمار کی فکری خدمت اور اسلام پر تنقید کی روایت سے جڑی ہوتی ہے، جبکہ ایسے مصنفین کے پس منظر میں اکثر مختلف فکری مقاصد کارفرما ہوتے ہیں۔[21]

مغربی استعمار، کلیسا اور مستشرقین کی باہمی ہم آہنگی

یہ بات اب کسی توضیح کی محتاج نہیں کہ مستشرقین نے مغرب کو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف علمی، فکری، لسانی، اور تاریخی محاذ پر غیر معمولی مدد فراہم کی۔ ان کی یہ خدمات محض اتفاقیہ یا معروضی علمی کوششیں نہیں تھیں بلکہ ان کا انحصار مغربی ریاستوں اور کلیسائی نظام کی بھرپور سرپرستی اور تعاون پر تھا۔ تاریخی شواہد سے یہ امر بخوبی واضح ہوتا ہے کہ مستشرقین نے مغربی اقوام کے مخصوص مذہبی، سیاسی، فکری، اور تہذیبی مقاصد کے حصول کے لیے ہمہ جہتی کردار ادا کیا۔

مغرب کی اسلامی دنیا سے متعلق استشراقی سرگرمیوں کے پیچھے درحقیقت تین بنیادی مقاصد کارفرما تھے:

1. اسلام کی عالمگیر اشاعت کو روکنا، خصوصاً یہود و نصاریٰ میں۔
2. مسلمانوں کو عیسائی بنانے کی تبلیغی کوششیں۔
3. کتابِ مقدس کے عبری متون کی صحت اور تشریحات کے لیے عربی زبان سیکھنے اور اسلامی علوم کو پڑھنے کی ضرورت۔

کتابِ مقدس، عبرانی زبان، اور عربی کی ضرورت

تحریکِ استشراق کا آغاز: مختلف آرا:

تحریکِ استشراق کے آغاز کے حوالے سے محققین میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض اس کا آغاز دسویں صدی عیسوی سے مانتے ہیں اور اس ضمن میں فرانسیسی راہب جربرڈی اوریاک (Gerbert d'Aurillac) کا ذکر کرتے ہیں، جو 938ء سے 1003ء تک زندہ رہا۔ اس نے اسلامی تعلیمات حاصل کرنے کے لیے اندلس (ہسپانیہ) کا سفر کیا اور اشبیلیہ اور قرطبہ کی جامعات میں تعلیم حاصل کی۔ بعد ازاں وہ عربی زبان و ادب کا ماہر تسلیم کیا گیا اور سلفسٹر ثانی (Sylvester II) کے لقب سے پاپائے روم منتخب ہوا۔[16]

بعض دیگر محققین تحریکِ استشراق کا آغاز تیرہویں صدی عیسوی سے جوڑتے ہیں، جب 1312ء میں فینا (Vienna) میں منعقدہ کلیسائی کونسل (Church Council) میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ یورپ کی مختلف یونیورسٹیوں میں عربی زبان کی تدریس کے لیے باقاعدہ چیئرز (Chairs) قائم کی جائیں گی۔[17]

بعض محققین اس تحریک کی جڑیں استعماری عزائم میں تلاش کرتے ہیں۔ ان کے مطابق استشراق صرف ایک علمی تحریک نہیں بلکہ استعمار کا فکری بازو ہے، جو علمی تحقیق کے نام پر مسلم دنیا پر فکری تسلط قائم کرنے کی کوشش کرتا ہے۔[18]

تحریکِ استشراق کا اولین آغاز اور اسلام مخالف عزائم

اگرچہ تحریکِ استشراق (Orientalism) کو یہ باقاعدہ نام کئی صدیوں بعد حاصل ہوا، تاہم اس کی عملی بنیادیں بہت پہلے آٹھویں صدی عیسوی میں ہی رکھی جا چکی تھیں۔ اہلِ تحقیق کے مطابق تحریکِ استشراق کا اولین نقطۂ آغاز یوحنا دمشقی (John of Damascus) کی علمی اور تحریری سرگرمیوں کو قرار دیا جا سکتا ہے، جو 676ء سے 749ء کے درمیان حیات رہا۔ یوحنا نے اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف انتہائی جارحانہ انداز میں مناظراتی تحریروں کا آغاز کیا۔ اس کی معروف تحریروں میں "محاورہ مع المسلم" اور "ارشادات النصاری فی جدل المسلمین" خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

یوحنا دمشقی نے اسلام کو ایک مشرکانہ (Pagan) مذہب قرار دیا اور کعبہ کو بت پرستی کی علامت کے طور پر پیش کیا۔ اس کی اسلام مخالف تحریروں نے بعد کے زمانوں میں اسلام دشمن لٹریچر کے لیے ایک بنیاد فراہم کی۔ اس کے پیروکاروں نے اس کے افکار و نظریات پر مشتمل مواد کو مزید پھیلایا، جو بعد ازاں مغربی مستشرقین کے لیے قرونِ وسطیٰ سے لے کر بیسویں صدی تک ایک اہم ماخذ کے طور پر استعمال ہوتا رہا۔[19]

استشراق کے اسلام مخالف مقاصد اور ان کے حصول کی کوششیں

جیسا کہ سابقہ مباحث سے واضح ہوتا ہے کہ مغرب نے اسلامی دنیا پر تسلط قائم کرنے اور اس کو فکری و تہذیبی طور پر مغلوب کرنے کے لیے تلوار کی بجائے قلم و قرطاس کو ہتھیار بنایا۔

SCRR

[16] (محمد احمد دیاب، أضواء علی الاستشراق والمستشرقین، قاہرہ: دار المنار، 1989ء، ص 13)
Diab, Muhammad Ahmad. *Adhwa' 'ala al-Istishraq wa al-Mustashriqin* (Insights on Orientalism and Orientalists). Cairo: Dar al-Manar, 1989, p. 13.

[17] (محمد ابراہیم الفیومی، الاستشراق: رسالۃ الاستعمار، قاہرہ: دار الفکر العربی، 1993ء، ص 142)
Al-Fayoumi, Muhammad Ibrahim. Al-Istishraq: Risalat al-Isti'mar (Orientalism: The Mission of Colonialism). Cairo: Dar al-Fikr al-'Arabi, 1993, p. 142.

[18] (محمد البہی، الفکر الاسلامی الحدیث وصلتہ بالاستعمار الغربی، بیروت: دار الفکر، تاریخ اشاعت ندارد، ص 532)
Al-Bahi, Muhammad. Al-Fikr al-Islami al-Hadith wa Silatuhu bi al-Isti'mar al-Gharbi (Modern Islamic Thought and Its Connection with Western Colonialism). Beirut: Dar al-Fikr, n.d., p. 532.

[19] (پروفیسر سید حبیب الحق ندوی، "اسلام اور مستشرقین"، معارف، اعظم گڑھ، مئی 1983ء، ص 332
Nadwi, Prof. Syed Habib al-Haq. "Islam aur Mustashriqin" (Islam and the Orientalists). *Ma'arif*, Azamgarh, May 1983, pp. 332–334.

[20] (پروفیسر سید حبیب الحق ندوی، "اسلام اور مستشرقین"، معارف، اعظم گڑھ، مئی 1983ء، ص 334
Nadwi, Prof. Syed Habib al-Haq. "Islam aur Mustashriqin" (Islam and the Orientalists). *Ma'arif*, Azamgarh, May 1983, pp. 332–334.

[21] محمد احمد دیاب، أضواء علی الاستشراق والمستشرقین، قاہرہ: دار المنار، 1989ء، ص 15
Muhammad Ahmad Diab, *Adwā' 'alá al-Istishrāq wa al-Mustashriqīn* (Cairo: Dār al-Manār, 1989), 15

پندرھویں اور سولھویں صدی عیسوی میں کلیسا کے اندر جب اصلاحی تحریکیں اٹھیں، تو ان تحریکات کے علَم برداروں میں مارٹن لوتھر (Martin Luther) اور یوحنا کلیف (John Wycliffe) شامل تھے، جنھوں نے کتابِ مقدس کے ابتدائی عبرانی نسخوں پر اعتماد کو ضروری قرار دیا۔ لوتھر نے مطالبہ کیا کہ عہد نامہ قدیم (Old Testament) کو اس کی اصل زبان یعنی عبرانی میں پڑھا جائے تا کہ اس کے اصل مفاہیم تک رسائی ممکن ہو سکے۔

عبرانی زبان اس وقت یورپ میں رائج نہ تھی اور اس کے فہم کے لیے عربی زبان کو سیکھنا ناگزیر تھا۔ کیونکہ عبرانی اور عربی دونوں سامی (Semitic) زبانیں ہونے کی بنا پر ایک دوسرے کے قریب ہیں۔ لہٰذا یورپ میں عربی زبان کی تعلیم کے لیے متعدد ادارے قائم کیے گئے۔ ان اداروں میں صرف زبان ہی نہیں، بلکہ اسلامی علوم، قرآنی تفاسیر، اور فقہی مباحث تک کو باقاعدہ نصاب کا حصہ بنایا گیا۔[22]

اسلامی دنیا میں مہمات اور آثار قدیمہ کی تلاش

جب بائبل کے متون کی تطہیر اور تشریح کے سلسلے میں مقدس سرزمینوں کے حالات کا جائزہ لینا ضروری محسوس ہوا، تو مغرب نے اسلامی دنیا میں تحقیقاتی مہمات روانہ کیں۔ ان مہمات کا مقصد ان جغرافیائی اور تاریخی مقامات کی نشاندہی کرنا تھا جن کا ذکر بائبل میں ملتا ہے۔ ان تحقیقات کے نتیجے میں آثارِ قدیمہ کی کھدائی کی گئی اور بائبل کے بیانات کی تصدیق یا تردید کے لیے شواہد اکٹھے کیے گئے۔

اسی تناظر میں ٹائم میگزین (Time Magazine) کے دسمبر 1995ء کے شمارے میں مائیکل ڈی لیمونک (Michael D. Lemonick) کا ایک مضمون شائع ہوا جس کا عنوان تھا:

"Are the Bible Stories True?"[23]

اس مضمون میں آثار قدیمہ کی روشنی میں بائبل کے تاریخی بیانات کا تجزیہ کیا گیا اور دعویٰ کیا گیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے متعلق بعض بیانات تاریخی لحاظ سے مشکوک ہو سکتے ہیں۔ ان تحقیقات کے پیچھے بھی وہی استشراقی ذہن کارفرما تھا جو اسلام اور اہلِ اسلام سے متعلق فکری برتری کے ساتھ اپنے علمی مقاصد حاصل کرنا چاہتا تھا۔

معروضیت یا استشراقی مقاصد

یہ بات غور طلب ہے کہ اگرچہ بعض مستشرقین کے کام بظاہر معروضی علمی نوعیت کے دکھائی دیتے ہیں، لیکن ان کی اکثریت کے تحقیقی کام درحقیقت مخصوص استشراقی مقاصد کا غیر اعلانیہ نتیجہ ہوتے ہیں۔ اسلام اور اسلامی علوم کے خلاف اٹھائے گئے اعتراضات اور شبہات محض "علمی تجسس" کی پیداوار نہیں بلکہ مغربی استعمار، کلیسا اور فکری جارحیت کا تسلسل ہیں۔[24]

مغربی مستشرقین، بائبل اور آثار قدیمہ

بعض مغربی محققین نے اپنی آثارِ قدیمہ کی تحقیقات کی روشنی میں ایسے دعوے کیے ہیں جنھوں نے نہ صرف یہود و نصاریٰ کی روایتی دینی بنیادوں کو چیلنج کیا بلکہ ان کے اپنے الہامی متون کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا کیے۔ مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بعض محققین ایک افسانوی اور تمثیلی کردار قرار دیتے ہیں، جسے یہودی قوم نے اپنی اجتماعی شناخت کے اظہار کے لیے اختراع کیا تھا۔

اسی طرح واقعۂ خروج (Exodus) جو یہودی و عیسائی مذہبی روایات میں نہایت بنیادی اور مقدس حیثیت رکھتا ہے، بعض مغربی محققین کی نظر میں کسی قسم کا تاریخی ثبوت نہیں رکھتا۔ یہ امر اس وقت دلچسپ اور تعجب انگیز بن جاتا ہے جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ وہی محققین جو اپنے تمام تر اعتماد کو آثارِ قدیمہ کی دریافتوں پر قائم رکھتے ہیں، وہ ان حقائق کو بھی تسلیم کرنے سے گریز کرتے ہیں جن پر صدیوں سے تمام الہامی مذاہب کا اجماع چلا آ رہا ہے۔ اس کے برعکس، بائبل پر تنقیدی نظر ڈالنے سے گریز کرنے والے متعصب اہلِ قلم مشرق کی ہر اینٹ اور مٹی میں اپنے مذہبی بیانات کی تصدیق ڈھونڈنے کی کوشش کرتے ہیں۔

مائیکل ڈی لیمونک اپنے مضمون "Are the Bible Stories True?"[25] میں انہی متضاد رجحانات کو آشکار کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آج بھی مغرب کے اکثر محققین کو اہرامِ مصر حضرت یوسف علیہ السلام کے تعمیر کردہ گندم کے گودام نظر آتے ہیں، علیوبولس کی شکل میں وہ مقام دکھائی دیتا ہے جہاں "مقدس خاندان" نے پناہ لی، اور بحرِ احمر کے کنارے پڑی ہڈیاں انہیں فرعون اور اس کے لشکروں کی باقیات محسوس ہوتی ہیں جو اسرائیلیوں کے تعاقب میں ہلاک ہو گئے تھے۔

یہ محض نظریاتی یا عقائدی وابستگی نہیں بلکہ اس کے پیچھے یہودی قوم کی وہ نفسیاتی اور سیاسی حکمتِ عملی ہے جو نیل سے فرات تک کے علاقے کو "ارضِ موعود" (Promised Land) سمجھتی ہے اور اس پر قبضے کے لیے تاریخی جواز تراشنے کی کوشش کرتی ہے۔ ان کی نظریں نہ صرف فلسطین، مصر، اور عرب خطے پر ہیں بلکہ وہ دنیا کے مختلف گوشوں پر اپنی نسل کی "موروثی ملکیت" کے دعوے قائم کرنے کے خواب بھی دیکھتے ہیں۔[26]

تحقیقات کے پیچھے اصل محرکات

یہ امر بھی قابلِ توجہ ہے کہ مغربی محققین اور مستشرقین نے جو تحقیقات کتابِ مقدس کی تصحیح، ترمیم اور تعبیر کے نام پر کیں، ان سے جہاں مذہبی لحاظ سے عوام کا اعتماد الہامی کتب پر متزلزل ہوا، وہیں ان تحقیقات نے سیاسی و اقتصادی مقاصد کی تکمیل میں مغربی اقوام کی بھرپور معاونت کی۔

[22] محمد عبد المتعال الجبری، الاستشراق وجبهة للاستشراق الفكري، قاہرہ: المكتبة الوحيدة، 1995ء، ص (82-83)

Al-Jabri, Muhammad ʻAbd al-Mutaʻal. *Al-Istishraq wa Jabhat al-Istishraq al-Fikri* (Orientalism and the Front of Intellectual Orientalism). Cairo: Al-Maktabah al-Wahidah, 1995, pp. 82–83.

[23] Michael D. Lemonick, "Are the Bible Stories True?", Time Magazine, December 1995

[24] محمد عبد المتعال الجبری، الاستشراق وجبهة للاستشراق الفكري، قاہرہ: المكتبة الوحيدة، 1995ء، ص (82-83)

Al-Jabri, Muhammad ʻAbd al-Mutaʻal. *Al-Istishraq wa Jabhat al-Istishraq al-Fikri* (Orientalism and the Front of Intellectual Orientalism). Cairo: Al-Maktabah al-Wahidah, 1995, pp. 82–83.

[25] Michael D. Lemonick, "Are the Bible Stories True?", Time Asia, 18 December 1995, p. 48

[26] ڈاکٹر محمد عبد المتعال الجبری، الاستشراق وجبهة الاستشراق الفكري، قاہرہ: المكتبة الوحيدة، 1995ء، ص (13)

Dr. Muhammad ʻAbd al-Mutaʻal al-Jabri. *Al-Istishraq wa Jabhat al-Istishraq al-Fikri* (Orientalism and the Front of Intellectual Orientalism). Cairo: Al-Maktabah al-Wahidah, 1995, p. 13.

SCRR

مغربی طاقتوں نے مشرقِ وسطیٰ، افریقہ، اور ایشیا کے خطوں میں نوآبادیاتی نظام قائم کرنے، ان کے وسائل کو مغرب میں منتقل کرنے، اور اسلام سے فکری و تہذیبی تصادم کے لیے ان تحقیقات کو علمی جواز کے طور پر استعمال کیا۔ اس کے نتیجے میں مغرب نے ایسے "ماہرین" تیار کیے جو زبان و ثقافت کے ماہر ہونے کے ساتھ ساتھ مغرب کے سیاسی ایجنڈے کو علمی لباس پہنا کر اسلامی دنیا میں "علمی تعاون" کے نام پر نفوذ حاصل کرتے رہے۔[27]

تبشیری مشن، استشراقی حکمت عملی اور اسلام مخالف منصوبہ بندی

مستشرقین اور مغربی مذہبی اداروں نے جب اسلام کے خلاف علمی و فکری محاذ پر تسلی بخش نتائج نہ پائے تو انہوں نے ایک اور حکمت عملی اختیار کی۔ اس نئی حکمت عملی کا مقصد ایسے افراد کو تیار کرنا تھا جو اسلام اور مسلمانوں کے عقائد و اعمال کو تحریف شدہ اور گمراہ کن انداز میں پیش کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں، تاکہ انہیں مسلمانوں کی صفوں میں شامل کر کے معلومات، تاثر اور فکری بگاڑ پیدا کیا جاسکے۔ ایسے افراد کو اسلامی ممالک میں مختلف تبشیری مشنوں (Evangelical Missions) کے تحت بھیجا جانے لگا۔

ان تبشیری سرگرمیوں کے لیے نہ صرف کلیسا بلکہ مغربی حکومتوں، اور بڑی بڑی تجارتی کمپنیوں نے بھی مالی معاونت فراہم کی۔ مغربی سیاسی و معاشی قوتیں ان منصوبوں کے ساتھ جڑ گئیں اور انہیں مکمل سرپرستی دی۔ ان کا مقصد صرف مذہبی تبدیلی نہیں بلکہ مسلم معاشروں کو داخلی طور پر کمزور کرنا اور مغرب کے مفادات کے لیے راہ ہموار کرنا تھا۔ ان مشنوں کے نظم و ضبط کو برقرار رکھنے، اہداف کو طے کرنے اور حکمت عملی کے تعین کے لیے وقتاً فوقتاً بین الاقوامی مشنری کانفرنسوں کا انعقاد بھی ہوتا رہا۔ ان کانفرنسوں میں جو نکات زیرِ بحث آتے تھے وہ ان کے عزائم کو بالکل واضح کر دیتے ہیں۔

مثال کے طور پر، 1906ء میں قاہرہ میں ہونے والی ایک تبشیری کانفرنس کے ایجنڈے کی بعض اہم شقیں درج ذیل تھیں:

1. عالم اسلام میں مسلمانوں کی تعداد کا جائزہ۔
2. افریقہ، سلطنتِ عثمانیہ، ہندوستان، فارس، ملایا، اور چین میں اسلام اور مسلمانوں کی صورت حال پر جامع رپورٹ۔
3. مسلمانوں کے لیے مخصوص تبشیری لٹریچر کی تیاری اور اشاعت۔
4. مسلمانوں کو عیسائی بنانے کی تدابیر اور ان میں کامیابی کا جائزہ۔
5. مرتدین کے اعداد و شمار اور ان کی فلاح و بہبود۔
6. غرباء کی مالی امداد کے ساتھ انہیں مذہب تبدیل کرنے پر آمادہ کرنا۔
7. مسلم خواتین کی حالت و کردار پر غور اور تبلیغی امکانات۔
8. مبشرین کی تربیت اور باہمی روابط کے نظام کو مستحکم کرنا۔
9. مسلمانوں کے لیے ایک خاص نظام تعلیم مرتب کرنا، تاکہ نئی نسل کو اپنے عقائد سے دور کیا جاسکے۔

یہ ایجنڈا اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ ان مشنری منصوبوں کا ہدف صرف اور صرف اسلام اور مسلمان تھے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ ان منصوبہ سازوں کی توجہ کسی اور مذہب یا قوم کی جانب نہیں تھی۔ یہ اسلام دشمنی پر مبنی خصوصی منصوبہ بندی تھی جو سائنسی، تعلیمی، ساجی اور مذہبی ہر سطح پر عمل میں لائی گئی۔

جیسا کہ ڈاکٹر محمد عبد المتعال الجبری لکھتے ہیں:

"سینیگال میں فرانسیسی استعمار کے دور میں غریب باشندوں کو خوراک کی امداد دی جاتی تھی، مگر شرط یہ رکھی جاتی تھی کہ ہر ضرورت مند خاندان اپنے پندرہ سالہ بچے کو کلیسا کے حوالے کرے، تاکہ وہ مشنری اسکولوں میں تعلیم حاصل کرے۔ اگر کوئی خاندان بچہ واپس لینا چاہتا تو اسے پوری امداد واپس کرنا پڑتی۔"[28]

اسی استشراقی و تبشیری اشتراک کا ایک اور پہلو تبشیری نظام تعلیم کا نفاذ تھا، جسے اسلامی معاشروں میں رائج کرنے کی کوشش کی گئی تاکہ نئی نسل اسلام کی حقیقی روح سے ناآشنا ہو جائے۔ اس ضمن میں پیر محمد کرم شاہ الازہری فرماتے ہیں:

"یہ سارا نظام محض دینی تبلیغ کا نہیں تھا بلکہ مسلمانوں کی ذہنی، تعلیمی اور فکری ساخت کو بدلنے کا ایک عالمی منصوبہ تھا۔"[29]

اسی طرز عمل پر تبصرہ کرتے ہوئے محمد الدہان لکھتے ہیں:

"یہ محض تبلیغی سرگرمی نہیں بلکہ ایک ہمہ گیر اسلام دشمن منصوبہ ہے، جس میں مغرب کی تمام قوتیں متحد ہو چکی ہیں تاکہ اسلام کو ہر سطح پر کمزور کیا جاسکے۔"[30]

استشراق: علمی خدمت یا مغربی استعمار کی فکری فوج

عہد حاضر کے نامور مفکر اور تنقیدی فکر کے علمبردار ایڈورڈ ڈبلیو سعید نے تحریکِ استشراق کو محض علمی یا تحقیقی سرگرمی کے بجائے، مغربی سامراجی عزائم کا فکری ہتھیار قرار دیا ہے۔ ان کے نزدیک اٹھارویں اور انیسویں صدی میں استشراق کی تحریک کا اہتمام و انضباط محض علم و تحقیق کے مقاصد کے لیے نہیں تھا، بلکہ یہ اہل مغرب کے سیاسی و نوآبادیاتی مفادات کے حصول کا ایک ذریعہ تھا۔

سعید کے مطابق، جب مغربی اقوام نے عالم اسلام کے مختلف ممالک پر تسلط قائم کرنے کا خواب دیکھا، تو وہ براہِ راست عسکری یلغار کے بجائے ایک زیادہ چالاک اور پیچیدہ حکمتِ عملی کی طرف مائل ہو گئے۔ صدیوں کے تلخ تجربات کے پیشِ نظر وہ جان چکے تھے کہ تلوار کے زور پر دل جیتنا ممکن نہیں۔ اس لیے انہوں نے ایسے گروہ تیار کیے جنہوں نے خدمتِ انسانیت، علم و محبت، اور خیر خواہی کے خوشنما لباس زیب تن کیے۔

SCRR

[27] (پروفیسر سید حبیب الحق ندوی، اسلام اور مستشرقین، دار المصنفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، 1983ء، ص332-334)

Professor Syed Habib al-Haq Nadwi. *Islam aur Mustashriqin* (Islam and the Orientalists). Azamgarh: Dar al-Musannifin Shibli Academy, 1983, pp. 332–334.

[28] (محمد عبد المتعال الجبری، الاستشراق وجہۃ الاستشراق الفکری، قاہرہ: المکتبۃ الوحیدۃ، 1995ء، ص 158)

Al-Jabri, Muhammad ʻAbd al-Mutaʻal. *Al-Istishraq wa Jabhat al-Istishraq al-Fikri* (Orientalism and the Front of Intellectual Orientalism). Cairo: Al-Maktabah al-Wahidah, 1995, p. 158.

[29] (پیر محمد کرم شاہ الازہری، ضیاء النبی، لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، 1417ھ، جلد 6، ص245)

Pir Muhammad Karam Shah al-Azhari. Zia al-Nabi. Lahore: Zia al-Quran Publications, 1417 AH, vol. 6, p. 245.

[30] (محمد الدہان، قوی الشر المختلفۃ وموقفہا من الاسلام والمسلمین، قاہرہ: دار لوقال للطباعۃ والنشر، ص 124)

Al-Dahan, Muhammad. *Quwa al-Sharr al-Mukhtalifah wa Mawqifaha min al-Islam wa al-Muslimin*. Cairo: Dar Luqal for Printing and Publishing, p. 124.

انسانیت کی خدمت کے علمبردار کے طور پر پیش کی جاتی ہیں، مگر ان کی تہہ میں مغرب کے سیاسی مفادات اور اسلام دشمن مقاصد کار فرما ہوتے ہیں۔

مغرب نے اس مقصد کے لیے نہایت ذہین، زیرک اور ماہر افراد کو مشرقی جامعات اور تعلیمی مراکز میں تعینات کیا ہے، جو لیکچرز، سیمینارز، اسکالرشپ پروگرامز اور مختلف منصوبوں کے ذریعے مسلم نوجوانوں کے ذہنوں کو متاثر کرتے ہیں۔ ان کا مقصد نوجوانوں کو اس فکری سطح تک لانا ہے جہاں وہ اسلامی فکر کے بجائے مغربی افکار کو ترجیح دینے لگیں۔

مولانا ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں:

"یورپی اور امریکی حکومتیں اپنے سیاسی مقاصد کی تکمیل کے لیے مسلم علما، اساتذہ، دانشوروں اور سرکردہ مذہبی شخصیات کو بھاری معاوضے دے کر اپنے حق میں رائے عامہ ہموار کرتی ہیں۔"[34]

ان فکری منصوبوں کا ایک اور اہم حوالہ روزنامہ جنگ لاہور کی ایک رپورٹ ہے، جو 6 جنوری 2006ء کو شائع ہوئی۔ رپورٹ میں امریکی اخبار کے حوالے سے انکشاف کیا گیا کہ امریکہ نے مسلم دنیا میں اپنے بیانیے کو فروغ دینے کے لیے خاموش مگر منظم پروگرام شروع کر رکھا ہے۔ اس پروگرام کے تحت مسلمان علما، مفکرین، اور ممتاز شخصیات کو امریکی موقف کی حمایت پر آمادہ کرنے کے لیے معقول معاوضے ادا کیے جا رہے ہیں۔

امریکی محکمہ دفاع نے اپنی کنٹریکٹر کمپنی "لنکن گروپ" کو ہدایت دی کہ وہ عراق کے سنی علما میں ایسے افراد کی نشاندہی کرے جو الانبا جیسے علاقوں میں شدت پسندی کے خلاف عوامی رائے تشکیل دینے میں مددگار ثابت ہوں۔ اسی تناظر میں 2005ء کے اوائل میں لنکن گروپ کے نمائندوں نے پاکستان کے ایک وفاقی وزیر سے بھی ملاقات کی۔

رپورٹ کے مطابق، چار سنی علما اور دانشور امریکی فوج کے لیے تجاویز، مشورے اور معلوماتی رپورٹس فراہم کر رہے ہیں۔ لنکن گروپ کے اعلیٰ اہلکار پیج کریگ نے اعتراف کیا کہ ان کی کمپنی مذہبی شخصیات، سرکاری حکام اور مقامی تاجروں سے مختلف معاملات پر ملاقاتیں کر رہی ہے، تاہم انھوں نے مزید تفصیلات دینے سے گریز کیا۔

لنکن گروپ کے ریکارڈ سے معلوم ہوا کہ 2005ء کے مئی اور ستمبر کے دوران صوبہ الانبار میں محض "انفارمیشن آپریشنز" پر لاکھوں ڈالر خرچ کیے گئے۔[35]

یہ رپورٹ اس امر کا واضح ثبوت ہے کہ استشراق اور مغربی سیاسی ادارے صرف علمی و مذہبی شعبے میں مداخلت نہیں کر رہے، بلکہ وہ براہِ راست رائے سازی، فکری تربیت، اور ذہنی تسلط قائم کرنے کی منظم کوششیں کر رہے ہیں۔

اسلامی معاشروں میں مغربی مداخلت

مغربی قوتوں کا ایک دیرینہ منصوبہ یہ رہا ہے کہ اسلامی دنیا میں ایسے فکری رجحانات کو فروغ دیا جائے، جو اسلامی بنیاد پرستی کے بجائے مغربی افکار و نظریات کے ہم آہنگ ہوں۔ اس مقصد کے لیے سیاسی و سفارتی سطح پر بھی کئی پہلوؤں سے کام لیا جا رہا ہے۔ ایک طرف ان لوگوں کا کام یہ تھا کہ وہ مقبوضہ علاقوں میں مقامی باشندوں کے دل جیتیں، ان کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کریں، اور انہیں ذہنی و فکری طور پر اس طرح تیار کریں کہ جب مغربی طاقتیں سیاسی تسلط کے لیے قدم رکھیں تو کسی مزاحمت کا سامنا نہ ہو۔ یوں یورپی استعماری قوتوں، خصوصاً ہالینڈ، فرانس اور برطانیہ نے مستشرقین اور تبشیری مشنوں کی بھرپور مالی و سیاسی سرپرستی کی۔

ایڈورڈ سعید لکھتے ہیں:

"استشراق کوئی غیر جانب دار علمی سرگرمی نہیں بلکہ طاقت، سیاست، اور علمی جواز کا امتزاج ہے، جس کے ذریعے مغرب نے مشرق کو قابو میں رکھنے کی کوشش کی۔ مستشرقین کی اکثریت براہِ راست مغربی حکومتوں یا نوآبادیاتی مشنوں کی خدمت میں تھی۔"[31]

ان مستشرقین نے دولت اور سہولت کے بل بوتے پر تعلیمی ادارے، ہسپتال، فلاحی ادارے، اخبارات و رسائل، اور ذرائع ابلاغ کے ذریعے اسلام اور مسلمانوں پر فکری یلغار کی۔ بظاہر یہ ادارے فلاحی و اصلاحی مقاصد کے لیے قائم کیے جاتے، مگر ان کا اصل مقصد اسلامی معاشرت، دینی تعلیمات اور تہذیبی اقدار کو کمزور کرنا ہوتا تھا۔

اس استشراقی حکمت عملی پر روشنی ڈالتے ہوئے مولانا ابوالحسن علی ندوی تحریر فرماتے ہیں:

"مستشرقین اکثر اوقات مغربی طاقتوں کے لیے فکری لشکر کا کام دیتے ہیں۔ وہ ان حکومتوں کو ان ملکوں کی زبان، ثقافت، رسم و رواج، اور نفسیات سے آگاہ کرتے ہیں تاکہ ان کے لیے حکومت کرنا آسان ہو جائے۔ وہ ایسی علمی فضا قائم کرتے ہیں جس میں مغرب کی مخالفت کا جذبہ پیدا نہ ہو، اور مغرب کی تہذیب و ترقی کی چمک دمک کا رعب دلوں پر بیٹھ جائے، تاکہ جب مغربی حکمران رخصت ہوں، تب بھی ان کا فکری و تہذیبی تسلط باقی رہے۔"[32]

یہی وجہ ہے کہ مغربی حکمرانوں نے مستشرقین کی اہمیت و افادیت کو خوب محسوس کیا اور ان کو ہر ممکن سرپرستی اور وسائل مہیا کیے، تاکہ وہ میدانِ تحقیق و تدریس میں رہ کر فکری غلامی کی فضا قائم کر سکیں۔

استشراق، مسلم دنیا اور فکری تسلط کا نیا ہتھیار

آج کے جدید ذرائع ابلاغ کے دور میں مستشرقین صرف کتابیں یا تحقیقی مقالے ہی شائع نہیں کرتے بلکہ وہ مختلف ممالک میں ایسی مجلاتی و اشاعتی سرگرمیوں میں بھی مصروف ہیں، جن کا مقصد مسلم دنیا سے متعلق مخصوص بیانیے کو فروغ دینا ہے۔ مغربی جامعات، تحقیقی ادارے اور پبلشنگ ہاؤسز مسلسل ایسے رسالے اور جرائد شائع کرتے رہتے ہیں جن میں عالم اسلام کے مسائل، رجحانات، تحریکات اور حکومتی پالیسیاں زیر بحث آتی ہیں۔ ان مضامین میں اکثر تجزیاتی انداز اختیار کیا جاتا ہے، لیکن ان کا اصل ہدف اسلام اور اسلامی معاشروں کی فکری تشکیلِ نو ہے۔[33]

ان مستشرقانہ سرگرمیوں کا ایک نمایاں سیاسی پہلو بین المذاہب ہم آہنگی اور مسلم۔مسیحی اتحاد کی کوششوں میں پوشیدہ ہے۔ بظاہر یہ مکالماتی کوششیں عالمی امن، مذہبی رواداری اور

SCRR

---

[31] Edward W. Said, Orientalism, New York: Pantheon Books, 1978, pp. 201–204

[32](مولانا ابوالحسن علی ندوی، استشراق اور عالم اسلام، ندوۃ المصنفین، دہلی، 1992ء، ص 51)
Maulana Abu al-Hasan Ali Nadwi. *Istishraq aur Alam-e-Islam* (Orientalism and the Muslim World). Nadwat al-Musannifin, Delhi, 1992, p. 51.

[33]مولانا ابوالحسن علی ندوی مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش، کراچی: مجلس نشریات اسلام، 1981، ص 257
Maulana Abu al-Hasan Ali Nadwi. *Muslim Mumalik mein Islamiyat aur Maghribiyat ki Kashmakash* Karachi: Majlis Nashriyat-e-Islam, 1981, p. 257.

[34](مولانا ابوالحسن علی ندوی، مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش، کراچی: مجلس نشریات اسلام، 1981، ص 256)
Maulana Abu al-Hasan Ali Nadwi. Muslim Mumalik mein Islamiyat aur Maghribiyat ki Kashmakash Karachi: Majlis Nashriyat-e-Islam, 1981, p. 256.

[35](روزنامہ جنگ، لاہور، 6 جنوری 2006، صفحہ: الامور رپورٹ)
Daily Jang, Lahore, January 6, 2006, page: Al-Umur Report.

مغربی اقوام نے مسلمانوں کی دینی، تہذیبی اور سیاسی طاقت کو کمزور کرنے کے لیے ایک طویل مدتی منصوبہ ترتیب دیا ہے۔ ان کا ایک بڑا مقصد یہ ہے کہ اخوت، اتحاد اور دین کے نام پر مسلمانوں کے اندر گروہی تقسیم پیدا کی جائے، اور اسلام کی وحدت کو لسانی، قومی اور فرقہ وارانہ بنیادوں پر تقسیم کر کے کمزور کیا جائے۔ مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کی فکری اور سیاسی آزادی سلب ہو جائے، ان کی اپنی سرزمین پر ان کی خود مختاری دم توڑ جائے، اور وہ عقیدہ، تاریخ اور شناخت کے معاملے میں انتشار کا شکار ہو جائیں۔

یہ سب کچھ محض حادثاتی نہیں، بلکہ مغربی منصوبہ بندی کا حصہ ہے، جو صلیبی جنگوں کے بعد سے آج تک تسلسل سے جاری ہے۔ اگر ہم صلیبی جنگوں کے طویل سلسلے پر نگاہ ڈالیں تو ہمیں عیسائی دنیا کے مسلمانوں کے خلاف بغض، دشمنی اور جارحانہ عزائم کی پوری تاریخ بے نقاب ہوتی دکھائی دیتی ہے۔ ان جنگوں میں لاکھوں عیسائی سپاہی مارے گئے، ان کے نامور رہنما اور جرنیل موت کے گھاٹ اترے، مگر وہ اسلامی قوت کو شکست نہ دے سکے اور نہ ہی بیت المقدس کو مکمل طور پر اپنے قبضے میں لے سکے۔[39]

ان تجربات سے مغرب کو ایک بڑی حقیقت کا ادراک ہوا: مسلمانوں کی اصل طاقت ان کے دین اسلام اور اس کے مقدس پیغام میں ہے۔ چنانچہ انھوں نے عسکری تصادم کے بجائے فکری محاذ پر جنگ چھیڑنے کا فیصلہ کیا۔ ان کے لیے سب سے مؤثر ہتھیار قلم، کتب، میڈیا، اور تعلیمی ادارے بن گئے۔ انھوں نے اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ایک منظم مہم کا آغاز کیا، جس میں کتابیں، ڈرامے، فلمیں، کارٹون، اور تحقیقی مضامین کے ذریعے اسلام کی شبیہ کو مسخ کرنے کی کوشش کی گئی۔

یہ سب کچھ صرف نفرت کی بنیاد پر نہیں، بلکہ ایک گہری حکمتِ عملی کے تحت کیا گیا۔ ان کے خیال میں اگر مسلمانوں کو اپنے مذہب پر فخر کے بجائے شرمندگی کا احساس دلایا جائے، تو ان کی دینی شناخت خود بہ خود مٹ جائے گی۔

اسی فکری جنگ کا ایک روپ استشراق (Orientalism) ہے۔ بظاہر مستشرقین مشرقی علوم، ثقافت، تمدن اور مذاہب کے محققین کے طور پر سامنے آتے ہیں، لیکن ان کا باطنی ہدف وہی ہے، جو صلیبیوں کا تھا۔ فرق صرف طریقۂ واردات کا ہے۔ صلیبی تلوار کے ساتھ آئے تھے، مستشرقین قلم اور تحقیق کے لباس میں آتے ہیں۔ وہ علم دوست، غیر جانب دار اسکالرز کے روپ میں مسلمانوں کے دینی، تہذیبی اور تاریخی ورثے کو مسخ کرتے ہیں۔ وہ اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے کردار کو تحقیر، تشکیک اور تمسخر کے پیرایے میں بیان کرتے ہیں۔

جیسا کہ معروف مفکر ڈاکٹر محمد مصطفی السباعی فرماتے ہیں:

ترغیب، رشوت، مالی معاونت اور اسکالرشپس کے ذریعے دانشوروں، علما اور اہلِ رائے کو خریدا جا رہا ہے، تو دوسری طرف ذرائع ابلاغ، تحقیقی اداروں، اور تعلیمی منصوبوں کے ذریعے عام مسلمان کو فکری طور پر مغلوب کیا جا رہا ہے۔

"اس حکمت عملی کا واضح ہدف یہ ہے کہ اسلامی معاشروں کو جدت پسندی، ترقی پسندی اور رواداری کے خوشنما عنوانات کے تحت مغربی سانچے میں ڈھالا جائے، اور صرف وہی اسلام باقی رہے جو امریکی یا مغربی سیاسی نظام کے موافق ہو۔"[36]

مغربی حکومتوں کی وزارت خارجہ کے ساتھ منسلک اکثر مستشرقین کو اپنے منصوبوں کی تکمیل کے لیے مکمل سہولتیں، مالی معاونت اور سفارتی تحفظ حاصل ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ مختلف اسلامی ممالک، بالخصوص عرب دنیا میں شب و روز ایسی سرگرمیوں میں مصروف ہیں، جن کا مقصد فرقہ واریت، لسانیت، قوم پرستی اور فکری انتشار کو ہوا دینا ہے۔ ان کے منصوبوں کا دائرہ صرف فکری و علمی حد تک محدود نہیں، بلکہ وہ سماجی، تہذیبی اور سیاسی سطح پر بھی دور رس اثرات مرتب کر رہے ہیں۔

معروف عرب مفکر اور محدث، ڈاکٹر مصطفیٰ السباعی، مغربی سفارتی منصوبوں کی حقیقت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اہلِ مغرب عرب ممالک میں اپنے سفارتی مراکز کے تحت بعض ثقافتی افسران یا کلچرل سیکرٹریز کا تقرر اس شرط پر کرتے ہیں کہ وہ عربی زبان پر مہارت رکھتے ہوں، تاکہ علمی حیثیت سے وہاں کے اہلِ قلم، اہلِ فکر، اور سیاسی قیادت سے ربط پیدا کر کے ایسی فکری کشمکش کو جنم دیں، جو معاشرتی وحدت کو نقصان پہنچائے۔"[37]

یہ لوگ بڑے منظم انداز میں عرب دنیا میں ایسی پرانے قومی نظریات کو ابھارتے ہیں، جو اسلام سے قبل کے دور سے تعلق رکھتے ہیں۔ مصر میں فرعونیّت، شام میں فنیقیت، اور عراق میں آشوریت کو زندہ کرنے کی مہم اسی منصوبے کا حصہ ہے، تاکہ مسلمانوں کی دینی شناخت کو کمزور اور قومی تعصب کو غالب کیا جا سکے۔

محمد امین کے مطابق:

"مغربی استشراقی و سفارتی منصوبے یہ چاہتے ہیں کہ اسلام، صرف وہی رہے جو امریکی افکار سے مطابقت رکھتا ہو۔ باقی ہر چیز بنیاد پرستی یا دہشت گردی کے زمرے میں شمار کی جائے۔ اس مقصد کے لیے رشوت، ترغیب اور حتیٰ کہ جنگی آلات کا سہارا بھی لیا جاتا ہے۔"[38]

ان منصوبوں کا سب سے خطرناک پہلو یہ ہے کہ مسلمانوں کو اسلامی وحدت سے کاٹ کر، لسانی و قومی بنیادوں پر بانٹا جائے۔ وہ فرق جو ایک طرف اسلامی عقیدے اور دوسری طرف عربی زبان یا نسلی تشخص میں ہے، اسے دانستہ طور پر الجھا کر، مسلمانوں کو اپنے ہی دین اور تہذیب سے دور کر دیا جاتا ہے۔ یہی وہ فکری فضا ہے جسے مغرب "خیر سگالی" یا "ثقافتی شراکت داری" کے پردے میں آگے بڑھاتا ہے۔

اسلامی تہذیب پر فکری حملے اور مستشرقین کا جدید حربہ

[39] ڈاکٹر محمد مصطفی السباعی، المستشرقون والاِسلام، ترجمہ مولانا سلیمان شمسی ندوی، لاہور: ادارہ اسلامیات، 1982، ص34-36
Dr. Muhammad Mustafa al-Suba'i. Al-Mustashriqun wa al-Islam, translated by Maulana Suleiman Shamsi Nadwi. Lahore: Idara Islamiyat, 1982, pp. 34–36.

[36] اکبر شاہ خان نجیب آبادی، تاریخ اسلام کے مجدد دین، لاہور: قدیمی کتب خانہ، 1992، ص433

[37] خلیل احمد حامدی، مرتب: نظام اسلامی مشاہیر اسلام کی نظر میں، لاہور: اسلامک پبلی کیشنز، 1963، ص 437

[38] اکثر محمد امین، "روشن خیالی کی امریکی اساسات"، روزنامہ نوائے وقت، 8-19 اگست 2006
Aksar Muhammad Amin, "The American Foundations of Enlightenment," *Daily Nawa-i-Waqt*, August 8–19, 2006.

SCRR

"مستشرق وہی کام کر رہا ہے جو صلیبی فوجی نے کیا، مگر صلیبی دشمن کی شکل میں آیا تھا اور یہ علم دوست کی شکل میں آتا ہے۔ یہ شخص مشرقی علوم، تہذیب اور دین کے حقائق کا محقق بن کر مشرق میں آتا ہے، اور پھر اپنے قلم کی نوک سے اسلام اور مسلمانوں کو قتل کرتا ہے۔"[40]

اسی ضمن میں معروف مصنف ضیاء التیمی الازہری کی تحقیق بھی قابلِ غور ہے۔ ان کے مطابق:

"مغرب نے اپنی فکری یلغار کے لیے ان شعبوں کو چنا ہے جن کے ذریعے مسلمانوں کو ان کے ماضی، دینی تشخص اور ثقافتی ورثے سے کاٹا جا سکے۔ انھیں بتایا جاتا ہے کہ تمہاری تاریخ، تمہارا عقیدہ اور تمہاری شناخت باعثِ شرمندگی ہے، اور صرف وہی طرزِ فکر اختیار کرو جو مغرب تمہیں بتائے۔"[41]

مصادر و مراجع

1. مبارکپوری، صفی الرحمٰن۔ الرحیق المختوم۔ لاہور: مکتبہ اسلامیہ، 2005۔
2. لِنگز، مارٹن۔ محمد ﷺ: ابتدائی مصادر کی روشنی میں سیرت، کراچی: دار الاشاعت، 2010۔
3. ہیکل، محمد حسین۔ حیاتِ محمد ﷺ، مترجم: اسماعیل راجی الفاروقی۔ لاہور: ادارہ اسلامیات، 2004۔
4. جبران مسعود۔ الرائد: معجم لغوی عصری۔ بیروت: دار العلم للملایین، 1967۔
5. اردو لغت بورڈ۔ اردو لغت تاریخی اصول پر، جلد 10۔ کراچی: اردو لغت بورڈ، 2002۔
6. دیاب، محمد احمد۔ أضواء علی الاستشراق والمستشرقین۔ قاہرہ: دار المنار، 1989۔
7. اللبان، ابراہیم عبد المجید۔ المستشرقون والإسلام۔ قاہرہ: مجمع البحوث الإسلامیة، 1970۔
8. اصلاحی، شرف الدین۔ مستشرقین، استشراق اور اسلام۔ اعظم گڑھ: دار المصنفین شبلی اکیڈمی، 1982۔
9. الفیومی، محمد ابراہیم۔ الاستشراق: رسالة الاستعمار۔ قاہرہ: دار الفکر العربی، 1993۔
10. سعید، ایڈورڈ ڈبلیو۔ اورینٹلزم۔ لندن: راؤٹلیج اینڈ کیگن پال، 1978۔
11. غراب، احمد عبد الحمید۔ رویہ اسلامیہ الاستشراق۔ ریاض: دار الاصالہ، 1988۔
12. مراد، یوسف۔ افتراءات المستشرقین علی الإسلام والرد علیھا۔ بیروت: دار الکتب العلمیہ، 2004۔
13. آربری، اے جے۔ اورینٹل ایسے ز۔ لندن: جارج ایلن اینڈ انون، 1990
14. البہی، محمد۔ الفکر الاسلامی الحدیث وصلتہ بالاستعمار الغربی۔ بیروت: دار الفکر، 2002
15. ندوی، پروفیسر سید حبیب الحق۔ "اسلام اور مستشرقین"۔ معارف، اعظم گڑھ، مئی 1983۔
16. الجبری، محمد عبد المتعال۔ الاستشراق وجہة للاستشراق الفکری۔ قاہرہ: المکتبة الوحیدة، 1995۔
17. لیمنک، مائیکل ڈی۔ "Are the Bible Stories True?" ٹائم ایشیا، 18 دسمبر 1995۔
18. کرم شاہ الازہری، پیر محمد۔ ضیاء النبی، جلد 6۔ لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، 1417ھ۔
19. ندوی، مولانا ابو الحسن علی۔ استشراق اور عالم اسلام۔ دہلی: ندوة المصنفین، 1992۔
20. ندوی، مولانا ابو الحسن علی۔ مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش۔ کراچی: مجلس نشریات اسلام، 1981۔

نتائج

1. رسول اللہ ﷺ کی عسکری حکمت عملی محض فتوحات یا سیاسی اقتدار کے لیے نہیں تھی، بلکہ عدل، اخلاق، دفاع اور انسانی اقدار پر مبنی تھی، جس نے جنگی تصور کو روحانی و اخلاقی بنیاد فراہم کی۔
2. سیرت کا جائزہ لینے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ تمام غزوات و سرایا کا مقصد دفاع، امن کا قیام، معاہدات کی حفاظت اور ظلم کے خلاف مزاحمت تھا، نہ کہ جارحانہ توسیع پسندی۔
3. آپ ﷺ نے نہتے دشمن، خواتین، بچوں، معذوروں اور عبادت گاہوں کو نقصان نہ پہنچانے جیسے اصول متعارف کروا کر جنگ کو انسانی دائرے میں محدود کر دیا۔
4. بعض مستشرقین نے سیرت کی عسکری حکمت عملی کو مثبت انداز میں سراہا (مثلاً مونٹگمری واٹ)، جبکہ کئی دیگر (جیسے ولیم مویئر، روڈنسن) نے متعصبانہ اور سیاسی تعبیرات کو ترجیح دی۔
5. کئی مغربی مطالعات میں اسلامی اصولِ جنگ کو نظر انداز کر کے سیرت کے عسکری پہلو کو صرف سیاسی اور قبائلی پس منظر میں بیان کیا گیا، جو ناقص علمی رویے کی عکاسی کرتا ہے۔
6. اکثر مغربی محققین نے سیرت کو اپنے تہذیبی و فکری معیار پر پرکھا، جس کے نتیجے میں اسلامی تصورات کو یا تو مسخ کر دیا یا شکوک و شبہات کے دائرے میں محدود کر دیا۔
7. سیرتِ نبوی ﷺ پر استشراقی اعتراضات کا علمی و مدلل جواب دینا عصر حاضر میں ضروری ہے تاکہ سیرت کے اصل پیغام اور مغربی تعبیرات کے درمیان فرق واضح کیا جا سکے۔
8. جدید بین الاقوامی جنگی قوانین (جیسے Geneva Conventions) کی کئی شقیں سیرتِ نبوی ﷺ کے اصولوں سے ہم آہنگ نظر آتی ہیں، جو اس بات کا ثبوت ہے کہ اسلامی جنگی اخلاقیات آفاقی حیثیت رکھتی ہیں۔

---

[40] (ڈاکٹر محمد مصطفی السباعی، المستشرقون والإسلام، ترجمہ مولانا سلیمان شمسی ندوی، لاہور: ادارہ اسلامیات، 1982، ص35)

Dr. Muhammad Mustafa al-Suba'i. *Al-Mustashriqun wa al-Islam*, translated by Maulana Suleiman Shamsi Nadwi. Lahore: Idara Islamiyat, 1982, p. 35.

[41] (الازہری، ضیاء التیمی، 6/80-82)

Al-Azhari, Zia al-Taymi, vol. 6, pp. 80–82.

9. اگر سیرتِ نبوی ﷺ کے عسکری پہلو کو صرف نظر کیا جائے تو سیرت کا ایک اہم اور انقلابی باب تشنہ فہم رہ جاتا ہے۔

سفارشات

1. نبی کریم ﷺ کے جنگی اصولوں کو جدید جنگی قوانین (جیسے Geneva Conventions) سے تقابل کر کے عالمی سطح پر اسلامی تصورِ جنگ کی اخلاقی برتری کو واضح کیا جائے۔
2. مستشرقین کی تحریروں کا تنقیدی و تجزیاتی مطالعہ کر کے ان کے اعتراضات کو علمی اسلوب میں رد کیا جائے اور مستند حوالہ جات کے ساتھ صحیح تصور پیش کیا جائے۔
3. اسلامی یونیورسٹیوں اور تحقیقی اداروں میں "سیرت اور استشراق" کے موضوع پر خصوصی کورسز، ورکشاپس اور سیمینارز منعقد کیے جائیں۔
4. ڈاکیو منٹریز، فلمز، اور سوشل میڈیا پر علمی و تاریخی بنیادوں پر سیرتِ عسکری کو متعارف کروایا جائے تاکہ مغربی دنیا کی غلط فہمیوں کا ازالہ کیا جا سکے۔
5. تعلیمی نصاب اور مطالعہ سیرت میں ان پہلوؤں کو شامل کیا جائے جو نبی اکرم ﷺ کی رحمت، عدل اور تدبر پر مبنی عسکری پالیسی کی وضاحت کرتے ہیں۔
6. عالمی مکالمے میں سیرت النبی ﷺ کی امن پسند عسکری حکمت عملی کو پیش کر کے اسلام کے بارے میں پائے جانے والے تعصبات کا ازالہ کیا جائے۔
7. استشراقی مغالطوں کا رد اور اسلامی عسکری اخلاقیات کا دفاع کرنے والا مواد علمی معیار کے ساتھ شائع کیا جائے تاکہ عالمی علمی برادری تک رسائی ممکن ہو۔
8. طبری، واقدی، ابن ہشام، ابن سعد جیسے ابتدائی مصادر کو عصری تحقیق کے تقاضوں کے مطابق جدید اسلوب میں مرتب اور ترجمہ کر کے پیش کیا جائے۔
9. مغربی سیرت نگاری میں اختیار کیے گئے مناہج، جیسے تاریخی مادیت، استعماری نقطہ نظر، اور ما بعد النو آبادیاتی نظریات کا تجزیہ ضروری ہے تاکہ سیرت کا درست مقدمہ پیش کیا جا سکے۔

خلاصہ

سیرتِ نبوی ﷺ کا عسکری پہلو اسلامی تاریخ کا ایک اہم اور قابلِ مطالعہ باب ہے، جو نبی کریم ﷺ کی بصیرت، عدل و انصاف، اخلاقی قیادت، اور حکمتِ عملی کا مظہر ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی جنگی حکمت عملی محض فتوحات اور جنگی تدابیر کا مجموعہ نہیں، بلکہ ایک ایسا اصولی اور اخلاقی نظام ہے جو دفاع، امن، مصالحت اور بین الاقوامی تعلقات جیسے امور پر مبنی ہے۔ اس مضمون میں نہ صرف سیرتِ نبوی ﷺ کی عسکری حکمت عملی کا جائزہ لیا گیا ہے بلکہ مغربی مستشرقین کی آراء اور مطالعات کا تنقیدی تجزیہ بھی پیش کیا گیا ہے۔ مستشرقین کی تحریروں میں بعض نے پیغمبرِ اسلام ﷺ کی عسکری بصیرت کو سراہا، جبکہ بعض نے تعصب اور سیاسی مفروضات کی بنیاد پر سیرت کے اس پہلو کو مسخ کرنے کی کوشش کی۔ اس تحقیق میں ان مختلف زاویہ ہائے نظر کو موضوعِ بحث بنا کر سیرتِ نبوی ﷺ کی اصل تعلیمات کو تاریخی، اخلاقی اور فکری سیاق و سباق کے ساتھ واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہ سیرت نگاری کے میدان میں ایک علمی کاوش ہے جو قاری کو اسلامی عسکری فکر اور مغربی استشراقی رویّے کے درمیان موجود فرق کو سمجھنے میں مدد دیتا ہے، اور نبی کریم ﷺ کی شخصیت کو ایک عادل، مدبر اور رحم دل سپہ سالار کی حیثیت سے نمایاں کرتا ہے۔

Bibliography

1. Arberry, A. J. Oriental Essays. London: George Allen & Unwin Ltd, 1960, p. 42.
2. Diab, Muhammad Ahmad. Adwā' ʿalá al-Istishrāq wa al-Mustashriqīn. Cairo: Dār al-Manār, 1989, pp. 10, 13, 15.
3. Fayoumi, Muhammad Ibrahim. Al-Istishraq: Risalat al-Istiʿmar (Orientalism: The Mission of Colonialism). Cairo: Dar al-Fikr al-ʿArabi, 1993, pp. 142, 144.
4. Ghurab, Ahmad ʿAbd al-Hamid. Rawiyah Islamiyyah li al-Istishraq (An Islamic Perspective on Orientalism). Riyadh: Dar al-Asalah for Culture, Publishing, and Media, 1988, p. 9.
5. Haykal, Muhammad Husayn. The Life of Muhammad. Translated by Isma'il Raji al-Faruqi. Lahore: Idara-e-Islamiyat, 2004, pp. 233–240.
6. Islahi, Sharafuddin. Mustashriqin, Istishraq wa Islam (Orientalists, Orientalism, and Islam). Azamgarh: Dar al-Musannifin Shibli Academy, 1982, pp. 165–171.
7. Jabrān, Masʿūd. Al-Ra'id: A Contemporary Linguistic Dictionary. Beirut: Dar Al-Ilm Lil-Malayeen, 1967, p. 1372.
8. Jamiʿ al-Lughat. Lahore: Upper Mall, 1825, p. 182.
9. Lings, Martin. Muhammad: His Life Based on the Earliest Sources. Translated by Mufti Taqi Usmani. Karachi: Darul Ishaat, 2010, pp. 181–187.
10. Lemonick, Michael D. "Are the Bible Stories True?" Time Asia, 18 December 1995, p. 48.
11. Mubarakpuri, Safi-ur-Rahman. Ar-Raheeq Al-Makhtum (The Sealed Nectar). Lahore: Maktaba Islamia, 2005, p. 214.
12. Murad, Yusuf. Iftirā'āt al-Mustashriqīn ʿala al-Islām wa al-Radd ʿalayhā (The Slanders of the Orientalists against Islam and the Response to Them). Beirut: Dar al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 2004, p. 17.
13. Nadwi, Prof. Syed Habib al-Haq. "Islam aur Mustashriqin (Islam and the Orientalists)." Ma'arif, Azamgarh, May 1983, pp. 332–334.

14. Nadwi, Maulana Abu al-Hasan Ali. Istishraq aur Alam-e-Islam (Orientalism and the Muslim World). Delhi: Nadwat al-Musannifin, 1992, p. 51.

15. Nadwi, Maulana Abu al-Hasan Ali. Muslim Mamalik mein Islamiyat aur Maghribiyat ki Kashmakash. Karachi: Majlis Nashriyat-e-Islam, 1981.

16. Pir Muhammad Karam Shah al-Azhari. Zia al-Nabi. Lahore: Zia al-Quran Publications, 1417 AH, vol. 6, p. 245.

17. Urdu Lughat Board. Urdu Dictionary on Historical Principles. Karachi: Urdu Lughat Board, 2002, vol. 10, p. 2.

18. Al-Bahi, Muhammad. Al-Fikr al-Islami al-Hadith wa Silatuhu bi al-Istiʿmar al-Gharbi (Modern Islamic Thought and Its Connection with Western Colonialism). Beirut: Dar al-Fikr, n.d., p. 532.

19. Al-Dahan, Muhammad. Quwa al-Sharr al-Mukhtalifah wa Mawqifaha min al-Islam wa al-Muslimin. Cairo: Dar Luqal for Printing and Publishing, p. 124.

20. Al-Jabri, Muhammad ʿAbd al-Mutaʿal. Al-Istishraq wa Jabhat al-Istishraq al-Fikri (Orientalism and the Front of Intellectual Orientalism). Cairo: Al-Maktabah al-Wahidah, 1995, pp. 13, 82–83, 158.

21. Said, Edward W. Orientalism. London: Routledge and Kegan Paul, 1978, pp. 2, 201–204.

SCRR